ہندستان میں فارسی ادب

از: پروفیسر سید جعفر رضا

ہندوستان میں فارسی زبان مسلمانوں کے عروج وزوال کی تقریباً چھ سو سال کی داستان بیان کرتی ہے جو قرون وسطیٰ میں ہند اسلامی تہذیب کی تعمیر و تشکیل میں کلیدی اہمیت کی حامل ہے' اس کے مختلف اور متعدد ابعاد ہیں۔ اس زبان نے پہلی بار ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی بنیاد رکھی' تشکیل و تعمیر کی اور ہندوستانی تہذیبی وسماجی زندگی کو نا قابل تقسیم ورثہ عطا کیا۔ ہندوستانی زبانوں کی لفظیات پر نظر ڈالئے' فارسی (اور اس کے توسط سے عربی بھی) کے اثرات ناگزیر نظر آئیں گے جن میں ہند آریائی خاندانوں کی زبانیں ہندی' گجراتی' مرہٹی' بنگالی' سندھی' پنجابی کے علاوہ تیلگو' تمل کنڑ' اور ملیالم میں بھی فارسی الفاظ شامل ہیں۔ اس کے علل واسباب قرون وسطیٰ کی ہندوستانی تاریخ میں تلاش کیے جاسکتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمان غیر ملکی باشندے کی حیثیت سے سکونت پذیر نہیں تھے بلکہ سرزمین ہند سے وابستہ ہوکر مقامی رنگ و آہنگ میں ڈھل گئے تھے۔

لسانی زاویہ نظر سے ادبی' تاریخی اور جغرافیائی شواہد کی روشنی میں آریوں کے ابتدائی وطن کے بارے میں قطعی فیصلہ ممکن نہیں ہو سکتا لیکن آریوں کی ہندوستانی اور ایرانی زبانوں مثلاً سنسکرت' پالی' اوستا اور فارسی کے تقابلی مطالعہ میں معنی خیز مماثلتیں نظر آئیں گی۔ حتیٰ کہ ان زبانوں کا رشتہ یونانی' لاطینی اور ٹیوٹنک وغیرہ زبانوں سے وابستہ ہو جاتا ہے۔[۱]

اس دل چسپ موضوع پر زیادہ تفصیل سے گفتگو کرنے کا محل نہیں۔ ڈاکٹر احسان یار شاطر نے سنسکرت' اوستا اور فارسی الفاظ کا تقابلی مطالعہ کر کے ان زبانوں میں باہمی روابط کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں۔[۲] ڈاکٹر عبدالرشید نے فارسی میں ہندی الفاظ کی فرہنگ مرتب کی جس میں فارسی میں سنسکرت اور ہندی الفاظ' معرب اور مفرس الفاظ' ترکیبات' مشتقات' تصرفات فارسی دانان ہندوستان' ہندی محاوروں کا فارسی میں ترجمہ اور فارسی فرہنگوں میں ہندی مترادفات پر بحث کی ہے۔[۳]

ہندوستان میں فارسی ادب کی تاریخ سلطان محمود غزنوی کے فتح پنجاب (۱۰۲۱-۲۲ء) سے شروع ہوتی ہے جب پنجاب غزنی مملکت کا جزء بنایا گیا' نتیجہ میں متعدد ترک' افغان اور ایرانی' باشندۂ پنجاب ہوگئے۔ ان میں ادباء و شعراء بھی تھے۔ عہد غزنوی کے شعراء میں خواجہ مسعود سعد سلمان (م۔ ۵۱۵ھ/۱۱۲۱ء) کو خصوصیت حاصل ہے۔[۴] مسعود سعد سلمان پنجاب میں پیدا ہوئے' لاہور کو مادر وطن کہتے تھے:

> اے لاہور ویحک بے من چگونہ ای
>
> بے آفتاب تابان روشن چگونہ ای
>
> تا این عزیز فرزند از تو جدا شدہ است
>
> با درد او بہ نوحہ و شیون چگونہ ای

موصوف ۴۰ سال کی عمر میں عتاب شاہی کا شکار ہوئے اور سلطان ابراہیم غزنوی (۱۰۹۸ء) نے قید میں ڈال دیا۔ ان کی عمر عزیز کے ۱۹ سال قید میں گزرے۔ قصیدہ نگاری میں اساتذہ فن میں شمار کیے گئے۔

ہندوستان میں فارسی نثر کی پہلی کتاب کشف المحجوب ہے جو معروف صوفی بزرگ سید ابوالحسن ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش (م ۴۶۵ھ/۱۰۷۰ء) کی تالیف ہے جو اپنی نوعیت کی اولین کتاب ہے اور تصوف میں اساسی حیثیت رکھتی ہے جس سے بعد کے ادوار میں تقریباً تمام صوفیائے کرام نے کسب فیض کیا۔ علاوہ ازیں ابوالفرج رونی' حمید الدین شقائی لوہکی (التتمش کے جانشین سلطان ناصرالدین محمود کا معاصر)' سراج الدین سراجی یا سراج' (مقتول۔ ۶۵۲ھ/۱۲۵۴ء)' تاج الدین ریزہ (م۔ ۶۵۳ھ/۱۲۵۵ء)' جمال الدین ہانسوی (م۔ ۶۵۴ھ/۱۲۵۶ء) اور شہاب الدین مہمرہ بدایونی (م۔ قبل از ۶۹۵ھ/۱۲۹۵ء) کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستان میں فارسی کے پہلے اہم شاعر امیر

خسرو دہلوی (م-۲۵ر۷ر۱۳۲۵ء) ہیں جنہیں طوطی ہند کہا جاتا ہے۔ وہ بیک وقت بلند پایہ شاعر، ادیب، مورخ ہونے کے علاوہ موسیقی میں استادانہ درک رکھتے تھے۔ انہیں سے زبان ہندوی (موجودہ اردو) میں شاعری کی ابتداء ہوئی۔ ان کے فارسی کلام کے پانچ دواوین ہیں — تحفۃ الصغر، وسط الحیوۃ، غرۃ الکمال، بقیہ نقیہ، اور نہایت الکمال، ان دواوین میں قصائد، غزلیات، قطعات اور رباعیات ہیں۔ انہوں نے نظامی گنجوی کے طرز پر مثنوی کے خمسے بھی نظم کیے جن کے نام ہیں مطلع الانوار، شیرین خسرو، مجنوں ولیلیٰ، آئینہ سکندری، اور ہشت بہشت۔ بعض تاریخی مثنویاں بھی کہیں جن میں دیول رانی خضر خاں، نہ سپہر، اور تغلق نامہ اہم ہیں۔ ان کی نثری تحریروں میں خزائن الفتوح، اور اعجاز خسروی کے علاوہ، ان کے مرشد خواجہ نظام الدین اولیاء (م-۱۳۲۵ء) کے ملفوظات پر مشتمل، افضل الفوائد، بھی منسوب ہے۔ خسرو بنیادی طور پر غزل گو شاعر تھے لیکن تمام اصناف پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ انہوں نے ہندوستان کے بارے میں بہت کچھ لکھا۔ سرزمین ہند کی زبان، تاریخ، تہذیب وتمدن، رسم و رواج، موسم، پیڑ پودے، دست کاری و دستکاری — ہر چیز سے خسرو کو والہانہ عشق ہے۔ اس عشق نے تجربے ان کی شاعری کو بقائے دوام عطا کرتے ہیں۔ اپنی مثنوی "دیول رانی خضر خاں" میں باغ کی سیر دکھائی ہے جس میں چمپا، کیوڑا، مولسری، کرنہ جوہی وغیرہ کی تعریف کے بعد لکھا ہے کہ ہندوستان میں ان پھولوں کی اتنی قدر نہیں ہوتی، جس کے یہ مستحق ہیں اگر یہی پھول روم یا شام میں ہوتے تو ان کی زیادہ پذیرائی ہوتی۔

چہ بینی ارغوان ولالہ خندان
کہ رنگے ہست وبوئے نیست چندان
گر این گل خاستے در روم یا شام
کہ بودے پارسی یا تازیش نام

امیر خسرو کے جگری دوست امیر حسن علاء سجزی (م-۷۳۷ر۱۳۳۶ء) بھی غزل گوئی میں ان کے ہم پلہ تھے۔ حتیٰ کہ بعضے ان کو امیر خسرو پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا لقب سعدی ہند ہے۔ ان کی تالیف فوائد الفواد، تصوف کی معروف کتابوں میں ہے جو ان کے مرشد خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس طرح سلطان محمد فخری بن امیری ہروی نے اپنے قیام سندھ کے دوران حاکم ٹھٹھ وسندھ شاہ ارغون (م-۱۶۵۳ء) کے لئے روضۃ السلاطین اور صنائع الحسن، لکھی۔ روضۃ السلاطین کے باب پنجم سے ہفتم تک ہندوستان کے سلاطین اور شہزادوں کا ذکر ہے اور ان کا منتخب کلام بھی پیش کیا گیا ہے۔ صنائع الحسن علم عروض اور قوافی پر لکھی گئی۔ ان کی ایک اور کتاب جواہر العجائب ہے جسے انہوں نے اولاً شاہ حسن ارغون کی بیگم حاجی ماہ بیگم کے نام معنون کیا پھر دربار مغلیہ میں رسائی حاصل کرنے کے لئے اکبر کی دایہ ماہم انگہ بیگم، کے نام معنون کر دیا اس تذکرے میں فارسی شاعرات کا ذکر ہے۔

ہندوستان میں فارسی کو مغلوں کے دور حکومت میں اوج کمال حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ اس دور میں فارسی شعر وادب کا مرکز ایران سے ہندوستان منتقل ہو گیا۔ دہلی اور آگرہ کو بخارہ واصفہان کا رتبہ حاصل ہو گیا، مشرقی یو۔پی۔ کو شیراز ہند کہا گیا، دکن میں حیدر آباد کو طوس کا درجہ حاصل ہوا، علماء وفضلاء کی بڑی جماعت قطب شاہیوں کی سرپرستی کی بنا پر یکجا ہو گئی۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا بانی محمد ظہیر الدین بابر (م-۲۶ر دسمبر ۱۵۳۰ء) عظیم فاتح ہونے کے علاوہ شعر وادب کا فطری ذوق رکھتا تھا ترکی میں شعر کہتا تھا ترکی ادب میں اس کو خصوصی اہمیت حاصل ہے لیکن بسا اوقات واردات قلبی فارسی شعر کا قالب اختیار کر لیتے تھے۔ اس کی جانب یہ شعر منسوب ہے:

نوروز و نوبہار و مے و دلبرے خوش است
بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

حالانکہ اس شعر کو اکثر محققین بابر کی تخلیق ماننے سے انکار کرتے ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ شعر بابر کو بہت پسند تھا اس نے اس شعر کو کابل میں ایک حوض پر کندہ کرایا تھا جس کے کنارے اپنے خوش باش دوستوں کے ساتھ محفل عیش ونشاط گرم کرتا تھا۔ بابر کی فارسی شاعری کے متعلق ابوالفضل لکھتا ہے! ۵ "بزبان فارسی نیز اشعار دل پذیر دارند از آن جملہ این رباعی از واردات طبع فیاض آنحضرت

☆ ہندوستان میں فارسی کو مغلوں کے دور حکومت میں اوج کمال حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ اس دور میں فارسی شعر وادب کا مرکز ایران سے ہندوستان منتقل ہو گیا۔ دہلی اور آگرہ کو بخارہ واصفہان کا رتبہ حاصل ہو گیا، مشرقی یو۔پی۔ کو شیراز ہند کہا گیا، دکن میں حیدر آباد کو طوس کا درجہ حاصل ہوا، علماء وفضلاء کی بڑی جماعت قطب شاہیوں کی سرپرستی کی بنا پر یکجا ہو گئی۔

است:"

درویشان را گرچہ نہ از خویشانیم
لیک از دل وجان معتقد ایشانیم
دوراست مگوئی شاہی از درویشی
شاہیم ولی بندۂ درویشانیم

اس طرح چندیری فتح ہوا تو بابر نے "فتح دار الحرب" سے تاریخ نکالی (۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء) اور اسی وقت یہ اشعار موضوع کئے۔۶

بود چندی مقام چندیری
پر زکفار دار حربی ضرب
فتح کردم بہ حرب قلعۂ او
گشت تاریخ "فتح دار الحرب"

بابر فصیح البیان شاعر و ادیب تھا۔ عام گفتگو میں مصرعوں اور محاوروں کا برمحل استعمال کرتا تھا۔ بابر نے ایک رسم الخط ایجاد کیا تھا جو اس سے منسوب ہو کر 'خط بابری' کہلایا۔ اس خط میں بابر نے قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھ کر مکہ معظمہ بھجوایا۔ دربار بابری سے وابستہ علماء و شعراء میں شیخ زین العابدین 'شہاب الدین حتائی 'ابو الوجد فارغی۔ شیخ جمالی' وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

بابر کے جانشین نصیر الدین ہمایوں (م-۱۵۵۶ء) و شعر و ادب کا ذوق ورثے میں ملا تھا۔ بابر نے اس کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ کی تھی ماہر اساتذہ سے عربی و فارسی کی اعلا تعلیم دلائی تھی حالانکہ حالات کی ستم ظریفی نے اس کا قلبی سکون درہم برہم رکھا' اپنی بقا کے لئے اسے زندگی بھر جنگ و جدل کرنا پڑی لیکن فرصت کے اوقات میں واردات قلبی شعر کی صورت میں موزوں کر لیتا۔ ابو الفضل نے ہمایوں کے ایک رابطے کا حوالہ دیا ہے جو ہمایوں نے کامران کو جارحانہ ارادوں سے باز رکھنے کے لئے بھیجا تھا جس میں درجہ ذیل اشعار تھے:۷

بود خون آن قوم بر گردنت
بود دست آن جمع در گردنت
ہمان بہ کہ بر صلح رای آوری
طریق مروت بہ جاے آوری

لیکن کامران نے اس کا کوئی اثر قبول نہ کیا اور جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا:

عروس ملک کسی در کنار گیر و تنگ
کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

ہمایوں اپنی ہزیمت کے دوران جیسلمیر پہنچا تو بھوک و پیاس کی شدت سے سپاہیوں کو مرتے دیکھ کر تڑپ اٹھا اور یہ شعر کہا۔۸

چنان زد چاکہا گردون لباس در مندان را
کہ نی دست آستین می یابد و نی سر گریبان را

ہمایوں نے رباعیاں اور مثنویاں کہی ہیں۔ ایک مثنوی "فتح قندھار" کی یادگار ہے۔۹ جسے اس نے اپنے یار وفادار بیرم خاں کو لکھا تھا۔ ہمایوں کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔۱۰ اس کے دربار سے نامور شعراء وابستہ تھے جنہیں قصیدہ گوئی' غزل سرائی و علم و فضل میں ناموری حاصل تھی۔ ان میں قاسم کاہی (م-۱۵۸۰ء) اور خواجہ حسین مروی صاحب دیوان شاعر تھے۔

دیگر شعراء میں شیخ گدائی دہلوی' جنوبی بدخشی' عبد الواحد بلگرامی' نادر سمرقندی اور شاہ طاہر دکنی اہم ہیں۔ اس کے زمانے میں ادبی محفلوں اور مشاعروں کا عام رواج تھا۔۱۱

عہد ہمایوں میں تاج الدین مفتی اعلا نے جلوس بادشاہ (۱۵۳۰ء) کے موقع پر سنسکرت کی مشہور کتاب 'ہتوپدیش' کے ایک حصہ 'پنج تنتر' کا فارسی میں 'مفرح القلوب' نام سے ترجمہ کیا۔ اس میں اخلاقیات پر مبنی مفید پند و نصائح ہیں۔ اسی طرح عربی سے بھی فارسی میں دو ترجمے کئے گئے۔ عربی کی کتاب المنتج فی علم الشرنج مصنفہ محمد بن عمر کچھینا کا فارسی ترجمہ محمد بن حسام الدین نے بادشاہ کے لئے کیا تھا۔

ہمایوں کے بھائیوں میں کامران' ہندال اور عسکری بھی شعری ذوق رکھتے تھے۔ کامران صاحب دیوان شاعر تھا' اور اس کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ مختلف تذکرہ نگاروں نے ہندال اور عسکری کا ذکر مع

چند اشعار کیا ہے۔

دور مغلیہ میں فارسی کو سب سے زیادہ عروج دور اکبری (۱۵۵۶-۱۶۰۵ء) میں ہوا۔ اکبر اعظم (م۔ ۱۶۰۵ء) کی رسمی تعلیم نہیں ہو سکی تھی لیکن

☆ بابر فصیح البیان شاعر و ادیب تھا۔ عام گفتگو میں مصرعوں اور محاوروں کا برمحل استعمال کرتا تھا۔ بابر نے ایک رسم الخط ایجاد کیا تھا جو اس سے منسوب ہو کر 'خط بابری' کہلایا۔ اس خط میں بابر نے قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھ کر مکہ معظمہ بھجوایا۔

☆ بابر کے جانشین نصیر الدین ہمایوں (م-۱۵۵۶ء) کو شعر و ادب کا ذوق ورثے میں ملا تھا۔ بابر نے اس کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ کی تھی' ماہر اساتذہ سے عربی و فارسی کی اعلا تعلیم ولائی تھی۔

اس کو علم و فن سے بے انتہا ذوق و شوق تھا۔ حصول علم و آگہی کے لئے روزانہ مشہور و مفید کتابیں پڑھوا کر سنتا تھا۔ ابو الفضل نے ان کتابوں کی طویل فہرست درج کی ہے جنہیں اکبر روز سنتا تھا اور سننے کے بعد ان پر خامہ' گہربار' سے نشان بنا دیتا تھا۔[۱۲] اکبر کو شعر و شاعری سے خصوصی رغبت تھی خود بھی شعر موزوں کرتا تھا۔ جہانگیر کا بیان ہے کہ "بدقائق نظم و نثر چنان می رسید کہ مافوق بر آن متصور نبود۔"[۱۳] اکبر کی شعر گوئی کے متعلق مختلف شواہد ملتے ہیں۔[۱۴] بعض تذکرہ نگاروں نے اکبر کے کلام کے انتخابات درج کئے ہیں ان میں سے دو اشعار ملاحظہ ہوں"[۱۵]

شبنم مگو کہ بر ورق گل فتادہ است
کان قطرہ ھا ز دیدۂ بلبل فتادہ است

☆ ☆ ☆

گریہ کردم ز غمت موجب خوش حالی شد
ریختم خون دل از دیدہ و دلم خالی شد

اکبر فارسی شعراء کے کلام پر نقد و تبصرہ بھی کرتا جو اس کے حسن کے ذوق کا آئینہ دار ہے۔[۱۶] اکبر اعظم نے فارسی زبان و ادب کی ایسی زبردست سرپرستی کی جو اس سے پہلے ممکن نہ ہو سکا' البتہ ان میں چند ماہرین فن کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ دربار اکبری کا پہلا فارسی شاعر جو ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز ہوا غزالی مشہدی (م-۱۵۷۲ء) ہے مشہد مقدس کے اپنے مولد ہونے پر غزالی کو ناز تھا:

در کارگاہ چرخ اگر نیک ور بدم
این دولتم بس است کہ از خاک مشہدم

غزالی ایران میں شاہ طہماسپ کے دربار سے وابستہ تھا۔ اس کی شان میں متعدد قصائد کہے۔ لیکن بعد میں اس کے غیظ و غضب کا شکار ہو گیا اور ۱۵۵۱ میں ترک وطن پر مجبور ہوا۔[۱۷] ایران سے غزالی ہندوستان میں دکن آیا جو ہندوستان میں ایرانی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ لیکن وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی۔ اسی درمیان خانزماں علی قلی خاں صوبہ دار جونپور نے غزالی کی دکن میں ناقدری کا حال سنا اور ایک ہزار روپے اور ایک قطعہ بھیج کر اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ قطعہ یہ ہے:[۱۸]

ای غزالی بحق شاہ نجف
کہ سوی بندگان بیچون آئی
چونکہ بے قدر گشتہ ای آنجا
سر خود گیر و زود برون آئی

(باقی آئندہ)

حوالے:

۱۔ THEODORA BYNON: HISTORICAL LINGUISTICS P. 12 (Cambridge University Press 1977)
۲۔ احسان یار شاطر: زبانخا و لہجہ بالغت ہائے ایرانی 'لغت نامہ علی اکبر دہخدا ج ا ص ا۱۔۹
۳۔ عبد الرشید: فارسی میں ہندی الفاظ ص ۳۷-۳۹۶ (نئی دہلی۔ دسمبر ۱۹۹۶ء)
۴۔ ظہور الدین احمد: پاکستان میں فارسی ادب (لاہور ۱۹۶۹ء)
۵۔ ابو الفضل: اکبر نامہ ج ا ص ۱۱۸ (کلکتہ ۱۸۷۳ء)
۶۔ بابر: بابر نامہ (عبد الرحیم خان خانان) ص ۲۲۰ (نولکشور)
۷۔ اکبر نامہ: ج ا ص ۲۳۸
۸۔ عبد القادر بدایونی: منتخب التواریخ ج ا ص ۳۳۹ (کلکتہ ۱۸۶۸ء)
۹۔ ابو القاسم ہندو شاہ فرشتہ: گلشن ابراہیمی ص ۳۵۱ (بمبئی ۳۳-۱۸۳۱)
۱۰۔ ہادی حسن: مجموعہ مقالات ص ۱۹۷ (حیدر آباد ۱۹۵۶ء)
۱۱۔ سید علی ترکی: سفر نامہ (اردو ترجمہ) ص ۳۸
۱۲۔ ابو الفضل: آئین اکبری ج ا ص ۱۱۵ (کلکتہ ۱۸۷۲ء)
۱۳۔ جہانگیر: توزک جہانگیری ص ۱۰ (نولکشور)
۱۴۔ گلشن ابراہیمی: ج ا ص ۵۱۸
۱۵۔ صدیق علی خان: تذکرہ روز روشن ص ۲۳
۱۶۔ آئین اکبری: ج ۲ ص ۲۳۸
۱۷۔ سعید نفیسی: نظم و نثر در ایران و در فارسی زبان ص ۴۱۳
۱۸۔ منتخب التواریخ ج ۲ ص ۱۴۰

☆ ☆ ☆